ماں کا دل

حسینی شاعر جناب سید ظفر عباس نقوی فضلِ اجتہادی صاحب

(۱)

انسانیت دانتوں میں انگلی دبائے تھی، حیوانیت خودفراموش تھی، حجریت مسکت، مگر متعجب تھی، گرمی شباب پر تھی اور آفتاب کا بدلا ہوا رخ فلکی انقلابات کی گواہی دے رہا تھا۔ ریگستان عرب کے اڑتے ہوئے ذرے جسموں پر چھالے ڈال رہے تھے۔ فرات کے کنارے انبوہ تھا، مجمع تھا ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی بھیڑ تھی۔ نہر کے پانی کو آفتاب کھولا رہا تھا۔ اسلحوں کے لوہے حدت سے سرخی مائل تھے۔ دونوں کا امتحان تھا، صداقت، انسانیت، غربت، مظلومیت اور اقلیت ایک طرف تھی، جھوٹ، حیوانیت، درندگی، ظلم اور اکثریت دوسری جانب امتحان دینے پر آمادہ تھی۔ ظلم اپنی پوری قوت سے کارفرما تھا۔ مظلومیت اپنی مکمل طاقت سے سامنے تھی۔ حیوانیت اپنی دنیا کی کل تعداد پر ناز کر رہی تھی اور انسانیت چند افراد کی قلت کو اپنے لیے بہت کچھ سمجھ رہی تھی۔ تیروں کا مینہ برس رہا تھا، تلواروں کی بجلیاں چمک رہی تھیں، ڈھالوں کی گھٹائیں سمٹ سمٹ کر آرہی تھیں، نیزے درندگی کا اعلان کر رہے تھے، سنانیں ظلم و جور کے پرچم اڑا رہی تھیں۔

صداقت اور انسانیت کے نام پر اپنے گھر، دولت اعزاء اور اپنے احباب کو لٹا دینے والا دوپہر کی تیز گرمی میں بند قبا کھولے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حیوانیت فتح کرنے کے بعد بھی مفتوح اور غالب آنے کے بعد بھی مغلوب ہوجاتی ہے اور یہی رمز وہ رمز تھا جو دنیا پرست اور دولت کے لالچی نہ سمجھ سکے اور اپنے ہاتھ اپنی ظاہری فتح کے ہاتھوں قیامت تک کی شکست فروخت کردینے پر راضی ہوگئے۔

(۲)

بچہ ننھے سے جھولے میں مچل رہا تھا، کروٹیں بدل رہا تھا، خشک ہونٹوں پر گیلی نہیں بلکہ سوکھی زبان پھیر رہا تھا، خیمے کے اندر گرمی میدان سے بڑھی ہوئی تھی اس لئے کہ ہوا کا گذر نہ تھا۔ حبس تھا اور سینوں میں پناہ لینے کے بعد بھی سانس پناہ نہ لے سکتی تھی ماں بہلاتی تھی، مگر بچہ بہلتا تو کیونکر، خاموش رہتا تو کس لئے؟ ماں کا دودھ خشک ہوچکا تھا اور باپ کسی تدبیر سے بھی کوئی مدد نہ کرسکتا تھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسینؑ اپنے بچہ کو فوج کے سامنے اس لئے لائے تھے کہ لشکر ترس کھا کر پانی پلا دے، اور الفاظ حدیث بھی بتاتے ہیں مگر سوال یہ ہوسکتا ہے کہ علی اصغر دنیا کے بچوں کی فطرت سے علیٰحدہ تو نہ تھے۔ یعنی چھ ماہ کا بچہ پانی کا عادی نہیں ہوتا، نہ اس کو پانی سے کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ یا تو یہ کہیے کہ آخری تدبیر کے ماتحت اور

مایوس ہوکر دودھ کے عوض پانی کی طلب کی تھی اور یا یہ کہیے کہ علی اصغرؑ کا چاہنے والا باپ انسانیت اور حیوانیت کا آخری فرق بھی دنیا کو دکھا دینا چاہتا تھا، کیونکہ اگر پانی علی اصغرؑ کو مل جاتا جب بھی یہ بچہ دودھ کے بدلے پانی پی کر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

(۳)

ماں نے مامتا سے تڑپ کر روتے ہوئے بچہ کو جھولے سے گود میں اٹھالیا۔ کاندھے پر بچہ کا سر رکھ کر ٹہلنے لگیں۔ مختصر سے خیمہ میں بھلا اس کی کہاں گنجائش کہ انسان چل پھر سکے۔ چند ہی قدم سہی مگر صرف اس لئے چلنا شروع کردیا کہ شاید اسی سے بچہ کو کوئی تسکین ہو سکے، مگر تسکین، آرام، راحت، سکون، یہ چیزیں تو کربلا میں پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔ علی اصغرؑ اسی طرح بیتاب تھے، اسی طرح مضطرب تھے۔ جب یہ تدبیر بھی کامیاب نہ ہوسکی تو پھر بچہ کو جھولے میں لٹا کر مامتا سے مجبور ماں پینگ دینے لگی۔ شاید علی اصغرؑ سو جائیں، شاید ذرا دیر کو آنکھ لگ جائے شاید پیاس کے غلبہ میں کمی پیدا ہو سکے۔ مگر یہ کچھ بھی نہ ہوا، جتنا جتنا علی اصغرؑ کو ماں بہلانے کی کوشش کر رہی تھی اتنی ہی بچہ کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اللہ جانے ماں کی خود آنکھ جھپک گئی یا شوہر کی حالت دیکھنے خیمہ کے دروازہ پر آ ئیں۔ کیا ہوا مگر اتنی سی دیر کو بہت سمجھ کر علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا لٹے ہوئے گھر میں کہرام مچ گیا۔ ماں، بہن، پھوپھیاں، سب دوڑ پڑیں۔ ایک دوسرے کی گودی سے لے کر اپنی گود میں علی اصغرؑ کو آرام دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک تو بچہ پیاس سے بلک بلک کر رو رہا تھا، دوسرے جھولے سے گرم زمین پر گرنے سے اور صدمہ پہونچا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ انقلاب کیوں اور کیسے پیدا ہوگیا۔ مگر ایک مثل فطرت کے مطابق مشہور ہے کہ ''دل سے دل کو خبر ہوتی ہے'' اگر یہ فطری نظریہ صحیح ہے کہ ایک دل کے درد کی دوسرے دل میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ ایک آنسو دوسرے کا دامن بھگو سکتا ہے، تو ماننا پڑے گا کہ اعزاء کے چھٹنے کا ملال، گھر کے تباہ ہوجانے کا صدمہ، باپ کی تنہائی کی فکر خود علی اصغرؑ کو بھی تھی۔ ہر شخص انقلاب میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بچہ اس سے زائد اور کوئی انقلاب پیدا کر سکتا نہیں تھا کہ اپنی ہمت دکھا کر انقلابی جدو جہد میں اضافہ کردے۔ شاید اسی لئے جب علی اصغرؑ سے کچھ نہ ہوسکا تو اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔

(۴)

یا تو علی اصغرؑ رو رہے تھے یا باپ کی گود میں پہونچکر خاموش ہوگئے اور خاموشی بھی اتنی کہ سایۂ عبا سے جسمی حرکت بھی فوج والوں کی نگاہیں محسوس نہ کرسکیں۔ کیونکہ جب تک امام حسین علیہ السلام نے گوشہ عبا ستارۂ امامت کے چہرہ سے ہٹا نہیں دیا اس وقت تک زیادہ افراد یہی سمجھ رہے تھے کہ امام کلام مجید یا تبرکات پیغمبرؐ میں سے کوئی چیز لا رہے ہیں۔

ہر شخص اس کو اپنی فطرت کی کسوٹی پر جانچ سکتا ہے کہ جس ماں کا اتنا کمسن بچہ ایسے پر ہول میدان میں جائے (اگر چہ وہ باپ ہی کی گود میں کیوں نہ ہو مگر) اس کی کیا حالت ہوسکتی ہے؟

جس خیمہ سے امام ابھی اس بچہ کو لے کر نکلے اسی کے پردے کو حرکت سی ہوئی ہے شاید ہوا کے جھونکے سے پردہ ہل گیا ہوگا۔ مگر ہوا ایک مرتبہ دو مرتبہ ہلا سکتی ہے، پردہ تو بار بار ہل رہا ہے اور اس طرح جیسے کسی ماں کا دل اپنے بچے کے خیال میں حرکت کو تیز کر چکا ہو۔

مجھے اپنی کوتاہ نظری کے ماتحت کوئی روایت ایسی نظر نہیں آئی جس میں اس کی تصریح ہو کہ خیمہ گاہ امام سے وہ مختصر سی بلندی نظر آ رہی تھی جس پر امام علی اصغر کو ہاتھوں پر بلند کئے ہوئے انسانیت کے ہر جذبہ صبر کو ملائک سے بلند کر رہے تھے۔ نہ کسی ذاکر کی زبانی ہی یہ خیال صاف ہو سکا۔ مگر عقل یہ کہتی ہے کیونکہ بلندی کی چیز پستی سے ضرور دکھائی دے جاتی ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ماں کی مضطرب نگاہیں بچہ کی حرکت زبان کو دیکھ کر اس کی امید کر رہی ہوں کہ کربلا کے میدان میں انسانیت کو تباہ کرنے والے جانور شاید بچہ کو بچہ سمجھ کر رحم کھا جائیں۔

(۵)

اگر اس واقعہ سے آپ اپنے بچپن سے واقف نہ ہوتے اور اس کا نتیجہ سامنے نہ ہوتا تو یقینا آپ یہ خیال کر رہے ہوتے کہ طلب آب کے بعد ہزاروں مشکیں آ گئی ہوں گی۔ مگر دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایئے اگر ہم یہ کہدیں کہ اس ننھے سے بچے کو ایک قوی ہیکل درندے نے تیر مار کر ہلاک کر دیا تو کیا واقعی آپ کو یقین آ جائے گا؟ اچھا تو یقین کیجئے کہ یہی ہوا ہے اور بچہ باپ کے ہاتھوں پر تیر کھا کر منقلب ہو گیا۔

(۶)

جناب علی اکبرؑ جب گھوڑے سے گرے ہیں تو چاہنے والی پھوپھی پہونچ گئی تھی۔ ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جو یہ بتاتی ہو کہ علی اصغرؑ کی والدہ اس موقع پر خیمہ سے باہر تشریف لائی ہوں۔ مگر دل یہ کہتا ہے کہ پانی ملنے کا یقین اتنا مستحکم ہو چکا تھا کہ ماں کے دل کو اس وقت تک یقین نہیں آیا ہوگا جب تک خون میں ڈوبی ہوئی یہ ننھی سی میت ماں کے قریب نہ آ گئی ہوگی یا خود امامؑ نے یہ آ کر کہہ نہ دیا ہوگا کہ ''رباب ننھے سے جھولے کے پردے ہمیشہ کے لئے ڈال دو کیونکہ اب علی اصغر واپس نہیں آئیں گے۔''